An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

January-March, 2025, Volume:05, Issue:01 Pages:19-24

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

پاکستان میں نظامِ تعلیم کی بہتری کے لیے نئی تعلیمی جہتوں کی تلاش: ایک تجزیاتی مطالعہ

EXPLORING NEW EDUCATIONAL DIMENSIONS FOR THE IMPROVEMENT OF PAKISTAN'S EDUCATION SYSTEM: AN ANALYTICAL STUDY

***Dr Muhammad Zohaib Hanif**[1], ****Dr Hafiz Faiz Rasool**[2]

[1]Lead Specialist, Aga Khan University Examination Board, Karachi, Sindh, Pakistan. (**Corresponding Author***)

[2]Incharge, Department of Arabic & Islamic Studies, University of Mianwali, Mianwali, Punjab, Pakistan. (**Corresponding Author****)

HEC "Y" Category HJRS

ARTICLE INFO

Article History:

Received: December 18, 2024
Revised: January 10, 2025
Accepted: January 11, 2025
Available Online: January 13, 2025

Keywords:

Period of Islamic Education
Pakistan's Education System
Universities
Schooling System
Madaris

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

It is an undeniable fact that Islam places a significant emphasis on education, arguably more so than many other religions. However, even in contemporary times, when we compare the progress of the Muslim world to that of developed countries, it becomes painfully clear that we, as Muslims, are not merely lagging behind but are substantially trailing. Our inability to advance scientific knowledge at a pace commensurate with our historical legacy is evident. While we once sought to understand and expand our knowledge of the universe, today, we appear to have fallen far behind in this endeavor. This issue is particularly pronounced in Pakistan, where our education system largely adheres to traditional teaching methods. To comprehend this discrepancy, we must delve into the historical journey of Islamic contributions to knowledge and skills. What becomes evident is that while Muslims made substantial early contributions, these efforts often lacked continuity. This inconsistency resulted in the initiation of significant scientific endeavors by Muslims, but the culmination of these endeavors was achieved by Western societies. As we observe the West's continued dominance in scientific exploration, it's evident that Muslims, including Pakistanis, have yet to regain their once-prominent position in the global academic arena. This raises critical questions: What are the root causes of this disparity? What does our historical legacy reveal about our past achievements and challenges? And, most importantly, how can we improve our education system to bridge this gap? In light of these questions, it becomes imperative to engage in rigorous scientific discussions and entrust this vital task to scholars and experts.

***Corresponding Author's Email:** zaibizohaib26@gmail.com

****Corresponding Author's Email:** drhfrasool@umw.edu.pk

یہ حقیقت ہے اسلام نے تعلیم پر جتنا زور دیا ہے، شاید ہی کسی دوسرے مذہب نے دیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی اگر مسلم دنیا کا مقابلہ ترقی یافتہ ممالک سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم (مسلمان) پیچھے نہیں بلکہ بہت پیچھے ہیں۔ ماضی میں مسلمانوں نے جس طرح علوم وفنون میں کام کیا اور مغرب نے ہمارے کام کو مزید وُسعت دیتے ہوئے جس طرح کائنات کو مسخر کیا اور کر رہے ہیں، ہم اپنے علمی کاموں کو اس طرح آگے نہیں بڑھا سکے۔ پاکستان کا معاملہ بھی بالکل ایسا ہی ہے۔ ہمارا نظامِ تعلیم بھی روایتی طریقۂ تدریس پر کھڑا ہے۔ اسلامی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو علم وہنر میں جتنا کام شروع میں مسلمانوں نے کیا غیر مسلم انگشت بہ دنداں رہ گئے، لیکن ان کاموں میں مستقل مزاجی نہ تھی، جن کی وجہ سے ہم نے ابتدا تو کی لیکن انتہا کو اہلِ مغرب نے پہنچایا۔ آج مغرب کائنات کو مسخر کر رہا ہے اور ہم مسلمان یا بہ حیثیتِ پاکستانی، ابھی تک علمی کاموں میں ان سے مقابلہ نہیں کر پا رہے۔ آخر اس کی کیا وجوہات ہیں؟ ہماری ماضی کی تاریخ کیسی تھی؟ تعلیمی نظام میں بہتری کیسے لائی جا سکتی ہے؟ اس ضمن میں چند علمی مباحث سپردِ قرطاس کی جاتی ہیں۔

اسلامی نظامِ تعلیم کے ادوار

معروف مذہبی اسکالر، مولانا سید ریاست علی ندوی نے اسلام کے تعلیمی نظام کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا، عہدِ رسالت سے دولتِ بنو امیہ، دوسرا، عہدِ اموی سے چوتھی صدی ہجری تک، تیسرا پانچویں سے آٹھویں صدی ہجری تک[1]۔ تین ادوار میں تقسیم کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تعلیم کے لیے ابتدائی کام انھی ادوار میں ہوا، بعد میں کام کو مزید وُسعت دی گئی۔

اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ مسجدِ نبوی میں 'صفہ'[2] مقام تھا۔ جہاں شب و روز مسلمان (صحابہ) رسالت مآب ﷺ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ بعد میں مساجد ہی تعلیم گاہ بن گئیں۔ اس ضمن میں معروف اسکالر، ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> "مسجدِ نبوی تو پہلی درسگاہ تھی ہی اس کے بعد بھی کئی ایک مساجد علمی مرکز کے اعتبار سے بہت مشہور ہوئیں خصوصاً جامع منصور، جامع دمشق، اور جامع عمرو، ان تینوں مساجد میں ہزاروں لوگ علم حاصل کرنے آتے تھے[3]۔"

یہ مسلمانوں کا ابتدائی زمانہ تھا، جہاں مساجد میں شب و روز عبادات کے ساتھ لوگوں کو علمائے کرام دینی تعلیم کے گُر بھی سکھائے جاتے رہے۔ ایک طویل عرصے تک یہ سلسلہ چلتا رہا یعنی مساجد ہی مدارس کا کام انجام دے رہی تھیں۔ جب اسلامی دنیا میں وُسعت ہوتی گئی، دنیا کے لوگوں سے روابط ہونے لگے، نت نئے علوم وجود میں آنے لگے، تو تعلیم کے لیے صرف مساجد کافی نہیں تھیں، بلکہ اس کے لیے الگ الگ درسگاہوں کی ضرورت تھی۔ مسلم حکمرانوں اور اہلِ علم نے اس طرف توجہ دی جس کے نتیجے میں 'مدارس' معرضِ وجود میں آ گئے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر احمد شبلی اپنی کتاب 'تاریخ تعلیم و تربیت' میں لکھتے ہیں:

> "مساجد کی تعمیر محض عبادات کے لیے ہوتی تھی اور عبادات میں کمی کسی صورت میں گوارا نہیں کی جا سکتی تھی۔ مزید برآں! تعلیم کی مزید ترقی ہوئی اور نئے نئے مضامین کا اضافہ ہوا۔ مثلاً مباحثے اور مناظرے ہونے لگے۔ مسجد میں تو خاموشی اور تقدس کا لحاظ ضروری تھا۔۔۔ ان حالات میں تعلیم کا مسجد سے مدرسہ کی طرف منتقل ہونا قدرتی بات تھی۔۔[4]"

بعد میں یہ مدارس، کالج اور جامعات کا روپ دھار گئے، جہاں علومِ عقلیہ و نقلیہ دونوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن آج 'مدرسہ' اور 'کالج' وغیر کی اصطلاحات جدا جدا نظر آتی ہیں یعنی کوئی یہ کہے کہ "میں مدرسے سے فارغ التحصیل ہوں" تو فوراً یہ ذہن میں آئے گا کہ یہ "عالم" ہے اور مدرسہ سے مراد دینی علوم کی جگہ، جب کہ ماضی میں "مدارس" میں علومِ عقلیہ و نقلیہ دونوں ہی کی تعلیم مدرسے میں ہی ہوتی تھی۔

ماضی کی عظیم درس گاہیں

ماضی میں جن عظیم درس گاہوں نے امتِ انسانی پر جو گہرے نقوش چھوڑے، لوگ آج تک ان کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں کرتے رہے ہیں۔ یہ عظیم جامعات ہی تھیں، جہاں، تصنیف، تالیف، تراجم، تحقیق اور سائنسی تجربات کی صورت میں کوئی نئی تصنیف، تالیف، ترجمہ، تحقیق اور سائنسی ایجادات معرضِ وجود میں آتی تھیں۔ ان عظیم جامعات میں: 'مدرسہ نظامیہ بغداد'، 'جامعۃ الازہر'، جامعہ قرویین'، 'استنبول یونیورسٹی' اور 'علی گڑھ مسلم یونیورسٹی' وغیرہ۔ ان عظیم درس گاہوں میں جو طریقۂ تدریس تھا، اس کا ملخص کچھ یوں ہے:

- "ابتدا میں دینی علوم سکھائے جاتے تھے، تاہم! بعد میں عصری علوم پر خاص توجہ دی جانے لگی۔ جو اساتذہ عصری علوم پر دسترس رکھتے تھے، وہ ہی پڑھاتے تھے، جیسا کہ آج 'تخصص' یا 'ماہر' کی اصطلاح موجود ہے۔
- ابتدائی طریقۂ تعلیم، قولی اور سماعی تھا، آگے چل کر تعلیم "کتابی" صورت میں دی جانے لگی۔ یعنی علوم و فنون سینوں سے نکل کر سفینوں میں آ گیا۔
- اساتذہ کے لیے باقاعدہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ اندرونِ ملک اور باہر سے آنے والے طلبہ کے لیے وظائف مقرر کیے گئے۔
- مختلف علوم و فنون کے لیے باقاعدہ شعبہ جات بنائے گئے جہاں ماہر اساتذہ تعلیم دیا کرتے تھے۔
- طلبہ کی تعلیم ایسے نہیں ہوتی تھی کہ جو چاہو پڑھو، بلکہ باقاعدہ ان کے لیے 'نصاب' مقرر کیا گیا اور ہر فن کی کتابیں شامل کیں تاکہ طلبہ کو تمام علوم سے آشنائی حاصل ہو۔[5]"

عصرِ حاضر اور مسلمانوں کا نظامِ تعلیم

مسلم دنیا میں خاص طور پر پاکستان میں دو طرح کے 'نظامِ تعلیم' ہیں؛ ایک، 'مدرسہ تعلیم'، دوم، 'اسکول سسٹم'۔ مدارس میں آج بھی چند اضافوں کے ساتھ وہی نصاب پڑھایا جا رہا ہے جو سو سال قبل پڑھایا جاتا تھا۔ یعنی دینی تعلیم جس کو اصطلاح میں درسِ نظامی[6] کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اسکولوں میں بھی وہی پرانا طرزِ تعلیم جس میں بہتر کی گنجائش نظر نہیں آ رہی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ جو صاحب حیثیت و ثروت ہیں، وہ تو فوراً باہر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے چلے جاتے ہیں، وہاں اچھے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ وہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں میں موجود نظامِ تعلیم کی وہ کون سی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے آج ہم ترقی یافتہ ممالک کی دوڑ سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

مدارس

سب سے پہلے مدارس کو دیکھا جائے تو وہی طریقۂ تدریس ہے، کہ طلبہ کو مختلف دینی کتابیں (قرآن و حدیث کے علاوہ، مخصوص مکتبۂ فکر) پڑھائی جاتی ہیں، فقہ انھیں یاد کرادیا جاتا ہے۔ عربی کے قواعد اور گردانیں جاری رہتی ہیں۔ عصری علوم اتنے پڑھادیے جاتے ہیں کہ جب کبھی بات کی جائے تو شُدبُد ہو۔ بہ حیثیتِ مجموعی اگر دیکھا جائے تو ان مدارس سے، غزالی، جابر بن حیان، ابو بکر الرازی، الفارابی، المسعودی، ابو القاسم الزاہراوی، خوارزمی، ابن الہیثم اور اقبال جیسے لوگ پیدا نہیں ہورہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان مدارس میں نہ ہی تجربہ گاہیں، نہ ہی جدید طرزِ تعلیم کے ٹولز ہیں اور نہ ہی ایسے استاد ہیں جن کے پاس ذخیرۂ علم ہو۔ یہاں کے اساتذہ فقہ پر تو دسترس رکھتے ہیں، لیکن جدید اور سائنسی مسائل سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہاں قرآن اور قرآن کی تفاسیر تو پڑھائی جاتی ہیں، لیکن ان آیات کو عملی زندگی اپنایا نہیں جاتا۔ اسی طرح وہ آیات جن میں ’انفس آفاق‘ ہیں، ان کو بھی سمجھا نہیں جارہا۔ یہاں عبادات میں یہ تو پڑھایا جارہا ہے کہ فجر میں کتنی سنتیں ہیں ظہر میں کون سی موکدہ ہیں کون سی غیر موکدہ ہیں، لیکن نماز اور دوسری عبادات کی جو اصل روح ہے، وہ نہیں پڑھائی جارہی۔ یہاں آدابِ معاشرت تو بتایا جاتا ہے، لیکن اس کا عملی نفاذ کیسے ہوگا، وہ کرکے نہیں دکھایا جاتا۔ یہاں اپنا اپنا فقہ یعنی اپنے مسلک کا فقہ تو پڑھایا جاتا ہے، لیکن یہ نہیں پڑھایا جاتا کہ دوسرے تمام مسالک کے لوگ پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدارس میں اب ذہین طبقہ داخلہ نہیں لے رہا۔ وجہ یہی ہے کہ ابھی تک مدارس کو جدید علوم سے آہنگ نہیں کیا گیا۔ جب تک جدید علوم سے ہم آہنگی نہیں ہوگی، طالب علم جتنی بھی کتابیں پڑھ لے، اس کا عملی زندگی میں فائدہ نہیں ملے گا۔ اس وجہ سے خاص کر مدارس کے طلبہ جب فارغ ہوتے ہیں، یا تو مسجد کے پیشِ امام بن جاتے ہیں، یا پھر کسی مدرسے (اپنے مکتبۂ فکر) میں استاد بن جاتے ہیں، یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے کوئی خاص علمی کام فی الحال نظر نہیں آرہا۔ وجہ یہی ہے کہ مدارس نے آج تک اپنے آپ کو جدید نظام تعلیم سے ہم آہنگ نہیں کیا۔ ساتھ ہی دوسرے مسالک کے درمیان ہم آہنگی بھی نہیں اپنائی۔

اسکول سسٹم

اسکول سسٹم کو دیکھا جائے تو پاکستان کا قومی تعلیمی نظام بارہ سالوں پر مشتمل ہے، جس میں چار درجات ہیں: پرائمری (پہلی سے پانچویں تک)، مڈل اسکول (چھٹی تا آٹھویں)، میٹرک (نویں تا دسویں) اور انٹر میڈیٹ (گیارھویں تا بارھویں)۔ پاکستان میں اسکولوں کا تعلیمی نظام بھی تین طرح کا ہے: سرکاری تعلیمی ادارے، پرائیوٹ تعلیمی ادارے اور کیمبرج اسکولنگ سسٹم۔ سرکاری اسکولوں کا حال خاص طور پر اگر صرف سندھ میں ہی دیکھا جائے تو اساتذہ سوائے تنخواہوں کے کچھ نہیں کر رہے، نہ اسکولوں میں طلبہ آتے ہیں نہ اساتذہ سے کوئی پوچھ گچھ۔ امتحان میں طلبہ بھی با آسانی (نقل کرکے یا اپنے تئیں محنت سے) پاس ہوجاتے ہیں۔ سندھ کے بہ نسبت دوسرے صوبوں کی صورتِ حال قدرے بہتر ہے، وہاں اساتذہ اور طلبہ دونوں آتے ہیں، لیکن طریقۂ تدریس وہی روایتی، یعنی ایک استاد کمرۂ جماعت میں آتا ہے اور نصاب کی کتاب اٹھاتا ہے اور پڑھانا شروع کردیتا ہے۔ اگر کتاب سوشل سائنس کے مضامین سے متعلق ہے تو پہلے کتاب پڑھے گا اور پھر اسے سمجھانا شروع کردے گا۔ سائنس کی کتاب ہے تو اسے بھی اسی طرح سمجھائے گا، بس اضافہ بلیک بورڈ یا وائٹ بورڈ کی صورت میں ہوگا، جب کے حساب کا مضمون پڑھانے کے لیے وہ طلبہ کے ساتھ بورڈ پر جمع، تفریق حل کرے گا۔ پھر طالب علم جب امتحان میں بیٹھتا ہے تو پرچہ بھی اسی طرح کا آتا ہے، یعنی اس پرچے میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جہاں طالب علم اپنی دانش، اپنا ادراک، اپنی تفہیم لگاسکے۔ یہی معاملہ پرائیوٹ اسکولوں کا ہے، وہاں کے معاملات سرکاری اسکولوں کے مقابلے میں قدرے بہتر ہوتے ہیں، وہاں اساتذہ اور طلبہ مستقل آتے ہیں۔ باقاعدہ امتحانات بھی ہوتے ہیں، لیکن طریقۂ تدریس تقریباً وہی ہے بس تھوڑا بہتر، جب کہ امتحانات سرکاری بورڈ کے تحت ہی ہوتے ہیں۔ مزید برآں! بازاروں میں نصابی شروحات، نوٹس یہاں تک کہ گیس پیپر بھی دستیاب ہوتے ہیں، جو ایک طالب علم میں موجود تھوڑا بہت ذہن (یہاں صلاحیت مراد ہے) ہوتا ہے، وہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اس پورے عمل سے ایک طالب علم کو کیا فائدہ پہنچا؟ بس یہ فائدہ پہنچا کہ کسی نہ کسی طرح امتحان میں پاس ہوجاتا ہے۔ لیکن عملی زندگی میں آتا ہے تو سوائے دھکے کھانے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کیمبرج اسکولنگ سسٹم بالکل الگ ہے، وہاں جدید ٹولز، اسمارٹ ٹیچنگ ٹیکنکس، اساتذہ کی ورک شاپس، طلبہ کی کاؤنسلنگ اور ان میں لیڈر شپ پیدا کرنا، وغیرہ۔ اور سب سے بڑھ کر امتحانی پرچہ جات میں سوالات اس طرح پوچھے جاتے ہیں جو براہِ راست عملی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس سسٹم سے فارغ ہونے والے زیادہ تر طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے باہر چلے جاتے ہیں اور پھر وہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس سسٹم میں بہت زیادہ فیس کی وجہ سے عام متوسط طبقہ داخلہ بھی نہیں لے سکتا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں صرف طلبہ داخلے کے اہل ہوتے ہیں جن کے والدین کثیر المال ہوں۔ آج ہمارا بچہ بیرونِ ملک جاکر تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کیوں کرتا ہے، کیوں کہ وہاں باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے، وہاں اساتذہ محنت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہاں طلبہ کو اس طرح پڑھایا جاتا ہے کہ وہ جدید دنیا سے ہم آہنگ ہوسکیں۔ پاکستان کے تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کے لیے چند تجاویز قلم بند کی جاتی ہیں۔

’سند یافتہ‘ استاد

ہم جب کبھی بیمار پڑتے ہیں تو ’ڈاکٹر‘ کے پاس جاتے ہیں، تاکہ وہ ہمارا علاج کر سکے۔ اگر وہ ڈاکٹر نہیں ہو گا تو ہم باقاعدہ اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں اور جب ہمیں پتہ چلتا ہے فلاں شخص ’ڈاکٹر‘ نہیں ہے تو نہ ہم خود جاتے ہیں بلکہ لوگوں کو بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص کے پاس نہ جایا جائے۔ اسی طرح استاد جب قوم کا ’معمار‘ بنا رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس بھی اس بات کی تصدیق ہو کہ وہ ’سند یافتہ‘ استاد ہے۔ اس ضمن میں حکومت سندھ نے اساتذہ کے لیے ’ٹیچنگ لائسنس‘ لازمی قرار دیا ہے[7] یعنی استاد بننے کے لیے باقاعدہ ایک امتحان سے گزرنا پڑے گا۔ امید ہے مستقبل میں قریب میں اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

اساتذہ کے لیے مراعات

ایک استاد جب محنت کرتا ہے تو اس کو اپنی محنت کا صلہ بھی ملنا چاہیے۔ یہاں پرائیوٹ اسکولوں میں اساتذہ سے جس طرح کام کروایا جاتا ہے، اس کا صلہ اسے اس طرح نہیں دیا جاتا، جس طرح ملنا چاہیے۔ حکومت ایسی پالیسی بنائے کہ پرائیوٹ ادارے اساتذہ کو اتنی معقول تنخواہ دیں کہ وہ اپنے گھر کے اخراجات بہ خوبی اٹھا سکیں۔ ہوتا یہ ہے کہ استاد بے چارہ پہلے اسکولوں میں پڑھاتا ہے، پھر مختلف اداروں میں پڑھاتا ہے یہاں تک کہ پورا دن گزر جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں وہ بے چارہ کیسے اپڈیٹ ہو گا۔

اساتذہ کی جانچ

ایک اور مسئلہ جو دیکھنے میں آیا ہے، وہ یہ ہے کہ پرائیوٹ اداروں کے برعکس ’سرکاری اساتذہ‘ کو نہ صرف تنخواہ زیادہ ملتی ہے، بلکہ وہ کمرۂ جماعت میں بھی اس شوق و جذبے سے نہیں جاتے، کیوں کہ انھیں پتہ ہوتا ہے کہ ہماری نوکری ’پکی‘ ہے، ہمیں کوئی نکال نہیں سکتا۔ حکومت کو چاہیے کہ ’سرکاری اساتذہ‘ کا ’چیک اینڈ بیلنس‘ رکھے، تاکہ وہ اس عظیم پیشے کی قدر و منزلت جان سکیں۔

اساتذہ کو جدید ٹولز سے ہم آہنگ کرانا

اساتذہ کی صلاحیتوں میں بہتری لانے کے لیے، انھیں اپڈیٹ کرنے کے لیے، اُن پر کام کرنا چاہیے جیسے کہ انھیں اسمارٹ ٹیچنگ ٹولز، اسمارٹ بورڈ، ملٹی میڈیا، وائیٹ بورڈ یا مختلف ٹیچنگ سوفٹ وئیرز کا صحیح استعمال، وغیرہ۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ اساتذہ اپنے مضمون میں ماہر تو ہوتے ہیں، لیکن انھیں جدید ٹولز کا استعمال نہیں آتا۔ اس کام کے لیے ورک شاپس کرائی جائیں تاکہ ایک استاد اپنے مضمون میں عبور حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس مضمون کو ’اسمارٹ ٹولز‘ کے ذریعے پڑھائے تاکہ طلبہ کی دل چسپی مزید بڑھ سکے۔

اساتذہ کو تدریسی اصولوں سے ہم آہنگ کرانا

کمرۂ جماعت وہ جگہ ہوتی ہے جہاں قوم کے معمار بن رہے ہوتے ہیں۔ ایک استاد کا کام یہ نہیں ہوتا کہ وہ صرف نصاب میں موجود عناصر کے بارے میں معلومات دے اور چلا جائے بلکہ ایک استاد کا کام یہ ہے کہ وہ نصاب میں جو کچھ موجود ہے اس کے بارے میں ’معلومات‘ دے، اس کی ’تفہیم‘ کرائے، اس کا عملی زندگی میں ’اطلاق‘ کرائے۔ مثلاً، ایک اصول ’Probing‘ کا ہے، یعنی طلبہ سے کسی موضوع پر بات کرنے سے پہلے اُن سے سوالات پوچھے جائیں، اُن سے بحث کراتے ہوئے پوری کمرۂ جماعت کو شامل کیا جائے تاکہ طلبہ کی ’ادراکی صلاحیتوں‘ میں اضافہ ہو۔ اسی طرح اُن سے ’عملی‘ کام کروائے جائیں تاکہ شروع ہی سے طلبہ عملی زندگی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اگر اخلاقیات پڑھائی جا رہی ہے، تو طلبہ سے باقاعدہ ایک ’ڈائری‘ بنوائی جائے جس میں روزانہ عملی زندگی میں ’اخلاقی‘ کام نوٹ کروائے جائیں تاکہ وہ نوٹ کرتے کرتے خود اپنے دل سے ’اخلاقیات‘ پر عمل کرنا شروع کر دیں اور عملی زندگی میں با اخلاق بن سکیں۔ یہاں دو حکمتِ عملیاں بہ طورِ مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کے لیے حکومت کو چاہیے کہ باقاعدہ ’ٹرینرز‘ بلائے جو اساتذہ کے طریقۂ تدریس پر کام کریں۔

یکساں نصاب

سب سے بڑا مسئلہ ہمارے یہاں ’نصاب‘ کا ہے۔ الگ الگ نصاب کی وجہ سے ہم آہنگی نہیں ہو پا رہی۔ اس ضمن میں حکومتِ پاکستان ایک احسن اقدام یہ کیا ہے کہ وہ ’یکساں قومی نصاب‘ پر مکمل طور پر عمل کرانے کے مشن پر لگی ہے۔ امید کرتے ہیں کہ آنے والے سالوں میں پورے ملک میں ’یکساں قومی نصاب‘ ہو گا۔

قرآنِ مجید کی ’عملی‘ تعلیم دلوائی جائے

اقبال نے کہا تھا:

؎ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہم قرآنِ مجید پڑھتے تو ہیں، لیکن صرف ’برکت‘ اور ’علاج‘ کے لیے۔ اس کا اصل مقصد عملی زندگی ہے۔ اس کی آیات پوری کائنات میں موجود ہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ ہمیں ’عملی زندگی‘ سے جوڑتا ہے۔ اسے تمام انسانوں کے لیے ہدایت کہا گیا ہے[8]۔ قرآن نے یہ بھی بتا دیا کہ اس کائنات کو وہ ہی مسخر کر سکتا ہے جو عقل و شعور رکھتے ہیں[9] اسکولوں میں ’میلاد‘، یا ’کوئز‘ پروگرامات میں قرآنِ مجید یا تو ’تلاوت‘ کے طور پر پڑھایا جاتا ہے، یا پھر وہاں صرف ’قرآنی معلومات‘ دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سرکاری پروگرامات میں بھی قرآنِ مجید کی تلاوت بہ طورِ برکت کی جاتی ہے۔ قرآن مجید اگر عملی زندگی سے متعلق پڑھایا جائے

تواس سے دو فائدے ملیں گے، ایک یہ کہ قرآن کی تفہیم ہو گی، دوسرا یہ کہ اطلاقات کی عملی شکلیں نظر آئیں گی۔ حکومتِ پاکستان نے تمام جماعتوں (پہلی تا بارھویں) کے لیے ،’ترجمہ ٔقرآن‘[10] لازمی قرار دے دیا۔ یہ ایک احسن اقدام لگتاہے، لیکن ساتھ ایک بات خیال رکھا جائے کہ ’تدریجی‘ اصولوں کے تحت ہو۔ ایک دم سے پورا قرآن یا بڑی بڑی سورتیں شامل کرانا طلبہ اور اساتذہ، دونوں کے لیے مشکلات پیدا کریں گی۔ مثلاً، اگر نویں جماعت کے (قومی) نصاب کو دیکھا جائے تو ’اٹھارہ‘بڑی سورتیں (جیسے سورۃ مریم، طٰہٰ وغیرہ) پڑھائی جائیں گی۔ اتنا بوجھ ہونے کی وجہ سے ان سورتوں کا عملی فائدہ نظر نہیں آئے گا۔ طلبہ پہلے کے مقابلے میں اب زیادہ ’رٹہ‘ کی طرف جائیں گے۔ اس کے برعکس ابتدا میں ایسی ’منتخب‘ چھوٹی چھوٹی سورتوں کا انتخاب کیا جاتا جن کا عملی زندگی سے تعلق ہے، انھیں پڑھ کر طلبہ نہ صرف اس سے فائدہ اٹھاتے بلکہ کچھ کر کے بھی دکھاتے۔ ساتھ ہی ترجمہ بھی رکھتے اور ’تلخیصی احتساب (Summative Assessment) کے بجائے تشکیلی احتساب (Formative Assessment) کی طرف جاتے۔ اس سے ایک اور فائدہ یہ بھی ہوتا کہ طلبہ میں قرآن فہمی کا ذوق مزید بڑھتا چلا جاتا۔ بہر حال یہ ایک احسن قدم ہے، لیکن ماہرینِ تعلیم کو یہ کام ’تدریجاً‘ کرنا چاہیے تھا۔

طلبہ کی چھُپی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا

طلبہ کو نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو باہر نکالنا اور پھر اُن پر کام کر کے بہتری لانا، سب سے اہم چیلنج ہے۔ کسی طالب علم کے اندر ’قائدانہ صلاحیت‘ ہوتی ہے، کوئی ’زبان دانی میں ماہر‘ ہوتا ہے، کوئی ’سائنس کے شعبے‘ میں دل چسپی رکھتا ہے، تو کوئی کسی کھیل میں ’ماہر‘ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اسکول انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے لیے اساتذہ کے علاوہ بھی ایسے ماہرین کو رکھا جائے جو طلبہ کی صلاحیتوں پر کام کرتے ہیں۔

اسکولوں میں ماہرِ نفسیات کا موجود ہونا

اسکولوں میں ’ماہرِ نفسیات‘ کا ہونا ضروری ہے تا کہ پڑھائی کے ساتھ طلبہ کی نفسیات پر بھی کام ہو سکے۔ طلبہ مختلف خاندانی پسِ منظر سے آتے ہیں، ساتھ ہی مختلف مسائل بھی ان سے جُڑے ہوتے ہیں۔ ایسے میں ایک طالب علم کے ذہنی مسائل پر توجہ اسکول کی سطح سے ہی ملنی شروع ہو جائے تو آگے جا کر وہ کسی نفسیاتی الجھن کا شکار نہیں ہو گا۔

پہلی سے بارھویں تک مفت تعلیم دی جائے

’بندوق‘ اور ’توپیں‘ کسی قوم کا مستقبل نہیں ہوتیں بلکہ اصل مستقبل ’تعلیم‘ ہے۔ اکثر والدین اپنے بچوں کو صرف اس لیے تعلیم نہیں دے پاتے کہ ان کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اسکولوں میں داخلہ کرا سکیں حکومت کا ایجنڈا تو یہی ہے لیکن عمل ہوتا نظر نہیں آرہا۔ حکومت کو اس ضمن میں سختی سے عمل پیرا ہونا چاہیے کہ وہ پورے ملک میں ’پہلی سے بارھویں جماعتوں‘ تک طلبہ کو تعلیم مفت فراہم کریں۔ پنجاب میں ’دانش اسکول‘ یہ احسن کام کر رہا ہے۔ وہاں چھٹی جماعت سے بارھویں تک مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ بنیادی ضروریات جیسے کھانا پینا، وغیرہ، پوری ہوتی ہیں۔ دانش اسکول کے طرز پر پورے ملک میں اگر مفت تعلیم دلوائی جائے تو تعلیمی شرح میں بہتر اضافہ ہو گا۔

مدارس کے نظام کو بہتر بنایا جائے

مدارس کا نظام اگرچہ بالکل الگ ہے، یہاں ایک طالب علم کو آٹھ سال تک دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ آٹھ سال بعد ایک طالب علم کو ’عالم‘ کی سند تفویض کر دی جاتی ہے۔ اگرچہ مدارس بھی مخصوص ’مسالک‘ کے زیرِ سایہ کام کرتے ہیں، تاہم! ان میں بہتری لانے کے لیے، سب سے پہلے اس بات کی تعلیم دی جائے کہ تمام مسالک حق پر ہیں، علمی اختلافات ضرور ہیں، لیکن کوئی بھی کلمہ گو کو کافر نہیں ہے۔ ساتھ ہی نئے جدید مسائل پر غور و خوض کیا جائے۔ اجتہاد کو پروان چڑھایا جائے۔ رواداری کو فروغ دیا جائے۔ جدید تعلیمی انداز سے دینی تعلیم دلوائی جائے۔ اس کے ساتھ وہاں دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کے اساتذہ کو حکومت کی طرف سے بہ طورِ خاص بھیجا جائے تا کہ آٹھ سالہ فراغت کے بعد وہ دینی اداروں کے علاوہ بھی کسی دوسرے شعبے سے بھی وابستہ ہو سکیں۔

مذکورہ مباحث کا ملخص کچھ یوں ہے

- اسلام کا تعلیمی نظام مؤرخین کے نزدیک تین ادوار پر محیط ہے،
- پہلا مدرسہ مسجدِ نبوی میں ’صفہ‘ کا مقام تھا،
- ابتدائی طریقہ ٔتعلیم ’قولی اور سماعی‘ تھا،
- جب اسلام پھیلا تو ’مدرسے‘ کے لیے مسجد کے علاوہ الگ جگہ کا اہتمام کیا گیا،
- ماضی کی عظیم درسگاہوں نے امتِ مسلمہ کے لیے ایسی شخصیات پیدا کیں، جن کے آثار آج تک باقی ہیں،
- ماضی میں مسلمانوں نے جو کام کیے، آج ہم ان کاموں سے کوسوں دور ہیں،
- ماضی کے مقابلے عصرِ حاضر میں مسلمانوں کا تعلیمی نظام میں زوال کی وجہ روایتی طریقہ ٔتدریس ہے،
- پاکستان میں دو طرح کے تعلیمی نظام ہیں: ایک مدارس، دوسرا اسکول سسٹم، دونوں ہی اپنی اصل قدر کھو چکے ہیں،
- نظام میں بہتری لانے کے لیے ’اساتذہ‘ کے لیے ’مراعات‘، ’ان کی صلاحیتوں پر کام‘، ’انھیں جدید طریقہ ٔتدریس‘ سے روشنا کرانا ہو گا،
- حکومت کا جماعتوں میں ’ترجمہ ٔقرآن‘ لازمی کرنا احسن قدم ہے، لیکن اسے ’تدریجی‘ اصولوں پر رکھنا چاہیے تھا۔

- استاد بننے کے لیے 'سند' لازمی درکار ہو،
- یکساں نصاب پر مزید کام ہو،
- طلبہ کو نصاب میں 'عملی زندگی کے اطلاقات' کمرہ جماعت سے ہی کرائے جائیں،
- طلبہ کی نفسیات پر اسکول کی سطح سے ہی کام کیا جائے،
- مدارس میں یہ تعلیم دلوائی جائے کہ ہر کلمہ گو حق پر ہے، علمی اختلافات ہوسکتے ہیں۔ ساتھ ہی 'عصری علوم' پڑھانے کے لیے بہ طورِ خاص حکومت کی طرف سے اساتذہ بھیجے جائیں۔

حرفِ آخر

قوموں کی ترقی کا دارومدار 'تعلیم' پر ہے۔ تعلیم پر کام کرنے لیے حکومت کو بہت سنجیدہ انداز اپنانا ہوگا، ورنہ اس وقت جو حال ہے ہمارا، کہ ہم دنیا سے تقریباً سو سال پیچھے ہیں، مزید پیچھے ہونے کے بہ جائے کم از کم ان کے قریب ہی آجائیں تو یہ عظیم کامیابی ہوگی۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Nadvi, R. A. (n.d.). *Islami Nizam-e-Taleem*. Darul Musaniffeen Shibli Academy Azam Garh (Yupi). pp. 37–45.

[2]Alvi, K. (2009). *Islam ka Maashi Nizam*. Al Faisal Nashiran wo Tajiran. p. 377.

[3]Alvi, K. (2009). *Islam ka Maashi Nizam*. Al Faisal Nashiran wo Tajiran. p. 377.

[4]Ahmed, S. (1999, September). *Tareekh Taleem wo Tarbiyat* (M. H. Khan, Trans.). Idara Saqafat-e-Islamia. p. 103.

[5]Ahmed, S. (1999, September). *Tareekh Taleem wo Tarbiyat* (M. H. Khan, Trans.). Idara Saqafat-e-Islamia. p. 103.

[6]Yeh aath saala deeni nisaab hai, jis ke bani Mullah Nizamuddin Sahalvi Lakhnawi the, is ka markaz Farangi Mahal tha.

[7]*Daily Jang*. (2023, May 26).

[8]*The Qur'an*, 2:185.

[9]*The Qur'an*, 12:16.

[10]*Qur'an Act*, 2017.